ڈاکٹر سید سعید اللہ

کتابتِ قرآنِ مجید عہدِ نبوی میں

عربی رسم الخط کے آغاز کے بارے میں اگرچہ اہلِ تحقیق مختلف آرا رکھتے ہیں، مگر یہ بات مسلمہ ہے کہ عرب میں اسلام سے پہلے لکھنے پڑھنے کا عام رواج نہیں تھا، جیسا کہ شیخ العروبہ احمد زکی پاشا نے "الحفظ والتدوین عند العرب" کے عنوان سے ایک مقالہ میں کہا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:

ہم جانتے ہیں کہ عرب زمانۂ جاہلیت میں کتابت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ہم مزید یہ کہتے ہیں کہ وہ ابتدا سے لے کر طلوعِ اسلام تک علوم کو نہیں جانتے تھے، سوائے ان علوم کے جو ادنیٰ درجے کی معیشت کے تقاضے تھے مثلاً بعض چوپایوں کا پالنا، چراگاہوں کا ٹٹولنا، علم الانساب اور تیر اندازی وغیرہ مبادیات جن سے بے خبر رہنے کی گنجائش ایک بدوی کے لیے بھی نہیں۔ ان علوم میں بھی وہ اس حد تک نہیں پہنچے تھے کہ وہ ان کو مدوّن کر سکیں، لہٰذا وہ حفظ پر اکتفا کرتے رہے، تدوین ان کے ذہن میں اس لیے نہیں آئی کہ اس کی ضرورت ان کو بہت کم پیش آتی تھی۔[1]

لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی احتیاج تمام بنی نوعِ انسان کو ہے جس کے پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُمیین میں سے خاتم النبیین نبیِ عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا:

(۱) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ق ۔ (الجمعہ، ۶۲ : ۲)

وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائدِ باطلہ و اخلاقِ ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور

---

[1] مجلہ منار الاسلام، محرم ۱۳۹۵ھ

دانش مندی (کی باتیں) سکھاتے ہیں۔

(۲) اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ ز (الاعراف، ۷ : ۱۵۷)

جو لوگ کہ ایسے رسول امی نبی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہدایات صحابہ کرام تک پہنچائیں تاکہ ان کی حفاظت کا ایسا انتظام ہو کہ بلا ردّ و بدل ہر ہر قرن دوسرے قرن تک یہ ہدایات پہنچاتا رہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ قرآنِ مجید کے نزول سے پہلے اہل عرب خط و کتابت کی طرف متوجہ ہو جائیں تاکہ خط و کتابت کا ایسا انتظام ہو کہ آیات نزول کے ساتھ ہی، جس طرح سینوں میں محفوظ ہوتی رہیں، اسی طرح کتابت کے ذریعے بھی محفوظ رہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کچھ پہلے عربوں نے کتابت کی اشاعت کی طرف توجہ دی اور قریش میں سب سے پہلے ابوقیس بن عبدمناف بن زہرہ اور سفیان بن امیہ نے کتابت سیکھی اور ان کی وجہ سے قریش میں کتابت کی اشاعت کی ابتدا ہو گئی۔

بعثت کے وقت کاتبینِ قریش

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت مکہ معظمہ میں قریش کے سترہ افراد کتابت جانتے تھے، جن کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت عمر بن الخطاب۔ (۲) علی بن ابی طالب (۳) عثمان بن عفان (۴) ابوعبیدہ بن الجراح (۵) طلحہ (۶) یزید بن ابی سفیان (۷) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (۸) حاطب بن عمرو العامری القرشی (۹) ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی (۱۰) ابان بن سعید بن العاص بن امیہ (۱۱) خالد بن سعید بن العاص (۱۲) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح العامری (۱۳) حویطب بن عبدالعزیٰ العامری (۱۴) ابوسفیان بن حرب بن امیہ (۱۵) معاویہ بن ابی سفیان (۱۶) جہیم بن الصلت بن مخرمہ بن المطلب بن عبدمناف اور قریش کے حلفا میں سے (۱۷) علا بن الحضرمی[۵]

---

[۵] البلاذری: فتوح البلدان: ۴۷۷ — ابن عبدربہ: عقد الفرید: ۴: ۱۵۶
جرجی زیدان: کتاب تاریخ آداب اللغة العربية، ۱: ۲۰۴

آغازِ دعوت میں اسلام قبول کرنے والے کاتبین

ان مذکورہ بالا کاتبین میں سے حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، ابو عبیدہ بن الجراحؓ، ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ[۵۳] خالد بن سعیدؓ[۵۴] اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ[۵۵] نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ابتدا ہی میں لبیک کہا۔ غرضیکہ ابتدائے نزول سے قرآن مجید کی کتابت کا پورا انتظام موجود تھا۔

قرآن مجید میں کتابت کی ترغیب

قرآن مجید نے کتابت کی اہمیت اور اس کی افادیت کی طرف توجہ دلائی۔ سب سے پہلی وحی میں جب اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنی نعمتوں کی طرف توجہ دلانے کے لیے اپنی ذات کو "الاکرم" کی صفت سے متصف فرمایا تو اس کے ساتھ ہی انسان میں تعلیم بالقلم کی استعداد رکھنے کی نعمت کا بھی ذکر فرمایا، تاکہ انسان اپنے آپ میں تعلّم بالقلم کی استعداد کو اللہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت سمجھے اور دنیوی و اُخروی امور میں اس سے فائدہ اُٹھائے۔ اس نعمت کی عظمت کے اظہار کے لیے قلم کی قسم بھی کھائی جو کتابت کا اصل ذریعہ ہے۔ مثلاً : نٓ ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ اور وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۝ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ ۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کتابت کی تلقین

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی اہمیت ظاہر فرمائی، چنانچہ باپ پر بیٹے کا یہ حق ٹھہرایا کہ وہ اس کو لکھنا سکھائے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> حق الولد على الوالد ان يعلمه الكتابة والسباحة والرمي[۵۶]
>
> باپ پر بیٹے کا یہ حق ہے کہ وہ اس کو کتابت، تیراکی اور تیر اندازی سکھائے۔

---

۵۳ ابن کثیر: البدایۃ والنہایۃ، ۳: ۲۹ ۵۴ الزرکلی: الاعلام، ۲: ۳۴۷

۵۵ ابن قیم الجوزی: زاد المعاد، ۲: ۴۳ ۵۶ الحکیم الترمذی: نوادر الاصول، ۱: ۲۳۹

مدینہ منورہ میں کتابت کی ترویج

مدینہ منورہ میں ہجرت کے ایک سال کے اندر اندر کتابت کو فروغ حاصل ہوگیا تھا۔ جب غزوۂ بدر میں ستر قریشی قیدی بنائے گئے تو ان میں سے جو لوگ فدیہ ادا نہ کر سکے، ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کے بدلے لازم ٹھہرایا کہ ایک ایک قیدی دس دس آدمیوں کو کتابت سکھاتے، اسی طرح انصار کے کئی لوگوں نے کتابت سیکھی، جن میں زید بن ثابت بھی تھے[۵۷] اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص کو حکم فرمایا تھا کہ وہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو کتابت سکھائیں[۵۸] اور عبادہ بن الصامتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اہلِ صفہ کو کتابت اور قرآن سکھایا[۵۹]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین کی تعداد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جن صحابہؓ سے کتابت کی خدمت لی ہے ان کی تعداد بیالیس تک پہنچتی ہے، جن کا ذکر العراقی نے مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے:

کتابہ اثنان واربعونا	زید بن ثابت وکان حینا
کاتبہٗ وبعدہ معاویہ	ابن ابی سفیان کان واعیہ
کذا ابوبکر کذا علی	عمر عثمان کذا ابی
وابن سعید خالد وحنظلہ	کذا شرجیل حسنہ
وعامر وثابت وقیس	کذا ابن الارقم بغیر لبس
واقتصر المزی مع عبدالغنی	منھم علی ذا العدد المبین
وزدت من مفترقات السیر	جمعا کثیرا فاضبطنہ واحصر
طلحۃ والزبیر وابن الحضرمی	وابن رواحۃ وجہما فاضمم

۵۷ الکتانی: التراتیب الاداریۃ، ۱: ۴۹ ۵۸ ایضاً
۵۹ ابن عبدالبر: الاستیعاب، ۱: ۹۳

وابن الوليد خالداً وحاطباً   هو ابن عمرو وكذا حويطبا
حذيفة بريئة ابان   ابن سعيد وابا سفيان
كذا ابنه يزيد بعض مسلمة   الفتح مع محمد بن مسلمة
عمرو وهو ابن العاصى مع مغيرة   كذا السجل مع ابى سلمه
كذا ابو ايوب الانصارى   كذا معيقيب هو الدوسى
وابن ابى الارقم فيهم اعدد   كذاك ابن سلول المهتدى
كذا ابن زيد اسمه عبدالله   والجد عبد ربه بلا اشتباه
واعد جهيما والعلا ابن عقبة   كذا حصين بن نمير اثبت
وذكروا ثلاثة قد كتبوا   وارتد كل منهم وانقلبوا
ابن ابى سرح مع ابن خطل   واخرابهم لم يتم لى
ولم يعد منهم الى الدين سوى   ابن ابى سرح وباقيهم غوى[ثله]

ان کاتبین میں سے زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، ابوبکر صدیق، علی بن ابی طالب، عثمان بن عفان، عمر بن الخطاب، ابی بن کعب، خالد بن سعید بن العاص، حنظلہ بن الربیع، شرجیل بن حسنہ [حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے، والد کی طرف سے سلسلہ نسب یہ ہے، شرجیل بن عبداللہ بن المطاع بن عبداللہ الکندی)۔ عامر بن فہیرہ، ثابت بن قیس، ابن الارقم (یعنی عبداللہ بن ارقم]، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام، علا بن الحضرمی، عبداللہ بن رواحہ، خالد بن الولید، حاطب بن عمرو، حویطب بن عبدالعزی العامری، حذیفہ بن الیمان العبسی، ابان بن سعید بن العاص، ابوسفیان، یزید بن ابی سفیان، محمد بن مسلمہ، عمرو بن العاص بن وائل القرشی، مغیرہ بن شعبہ، السجل، ابوسلمہ، ابوایوب الانصاری، معیقیب بن ابی فاطمہ الدوسی،

ثله الكتانى : التراتيب الادارية، ۱ : ۱۱۶۔

ابن ابی الارقم، ابن سلول، علا بن عقبہ، حصین بن نمیر، ابن ابی سرح، وہ حضرات کاتبین ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت کی خدمات انجام دیتے تھے۔ اس کی تصریحات کے لیے ان کتابوں سے رجوع کیجیے: ابن حزم کی جوامع السیرۃ[11]، ابن عبدربہ کی عقد الفریدۃ[12]، ابن عبدالبر کی الاستیعاب[13]، احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی کی المواہب اللدنیہ[14]، محمد بن عبدوس الجہشیاری کی تصنیف، کتاب الوزراء والکتاب[15] اور حافظ ابن حجر العسقلانی کی تصنیف الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ ان حضراتِ صحابہ کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے کاتب ہونے کی تصریح بھی المواہب اللدنیہ میں موجود ہے۔

کتابتِ قرآنِ مجید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود لکھنا نہیں جانتے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ۔ (عنکبوت: ۴۸)

اور نہ آپ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے کہ ایسی صورت میں یہ جھوٹے لوگ شبہ میں پڑ جاتے۔

اس لیے جب آیات نازل ہوتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کاتب کو بلاتے اور یہ آیات جس سورت کی ہوتیں اس سورت میں ان کی جگہ بتا کر ان کے لکھنے کا حکم فرماتے۔ جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنزل علیہ السورۃ ذات العدد۔ فکان اذا نزل علیہ الشیٔ دعا بعض من کان یکتب فیقول: ضعوا ھؤلاء الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا[16]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد سورتیں نازل ہوتی تھیں۔ جہاں آپ پر کچھ قرآن نازل ہوتا آپ

۱۱ھ ص ۲۶، طبع مصر   ۱۲ھ ص ، ج ۴   ۱۳ھ ج ۱، ص ۲۱۹
۱۴ھ ج ۱، ص ۲۷   ۱۵ھ ص ۱۲، طبع مصر   ۱۶ھ الحاکم: المستدرک، ۲: ۲۲۱

فوراً کاتبینِ وحی میں سے کسی کو بلا کر حکم دیتے کہ اس آیت کو اس سورۃ میں درج کرو، جس میں ایسا ایسا ذکر آیا ہے

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

مَیں نے شانہ کی چوڑی ہڈی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو لایستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون لکھا تھا، اس وقت ابن ام مکتوم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے جہاد کی فضیلت میں آیات نازل فرمائی ہیں لیکن میں معذور شخص ہوں تو کیا میرے لیے رخصت ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ زید فرماتے ہیں، میرا قلم بھی تر تھا، خشک نہیں ہوا تھا کہ نبی کریم پر وحی آئی اور آپ کی ران مبارک میری ران پر پڑی۔ قریب تھا کہ میری ران وحی کے ثقل کی وجہ سے ٹوٹ جاتی، اس کے بعد جب وحی کا ثقل آپؐ سے دور ہو گیا تو آپؐ نے مجھے فرمایا اے زید لکھو غیر اولی الضرر (کہ مجبور و معذور لوگوں کے سوا) ؎۱۷

نیز زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

کنت اکتب الوحی عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یملی علی فاذا فرغت قال : اقرءہ، فاقرءہ فان کان فیہ سقط اقامہ ؎۱۸

مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھا کرتا تھا اور آپ مجھے لکھواتے جاتے تھے، جب میں فارغ ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اس کو پڑھو، مَیں اسے پڑھتا، اگر اس میں کچھ نقص ہوتا تو آپ درست فرما دیتے۔

اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی سورتوں کے نازل شدہ حصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر آپ کی بتلائی ہوئی ترتیب کے مطابق ان نوشتوں جمع کرتے جو نزول کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھے گئے تھے جیسا کہ زید بن ثابت

؎۱۷ الآلوسی : روح المعانی، ۵ : ۱۱۰ ؎۱۸ محمد طاہر الکردی : تاریخ القرآن، ۳۹

فرماتے ہیں :

کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن من الرقاع [۱۹]

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآنِ مجید رقاع (چمڑے کے ٹکڑوں) سے جمع کیا کرتے تھے۔

اس حدیث کی تشریح میں ملا علی القاری نے کہا ہے :

ای یؤلفون ما ینزل من الآیات المتفرقۃ ویجمعونہا فی سورہا باشارتہ صلی اللہ علیہ وسلم [۲۰]

یعنی صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما پر متفرق طور پر نازل شدہ آیات کو اکٹھا کرتے اور اپنی اپنی جگہ سورتوں میں جمع کرتے۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ جو جو آیات نازل ہوتی رہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کاتب سے ان کی کتابت کراتے رہے اور صحابہ کرامؓ آپ کے پاس بیٹھ کر آیات کو ان سورتوں میں جمع کرتے رہے۔ اس کے صحف وہ اپنے پاس رکھتے جس میں وہ تلاوت کرتے اور اپنے ساتھ سفر میں بھی لے جاتے۔ سفر میں لے جانے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ حکم فرمایا :

لا تسافروا بالقرآن الی ارض العدو [۲۱]

دشمن کے علاقے میں قرآن لے کر سفر مت کرو

جیسا کہ موسیٰ جار اللہ نے کہا ہے :

فکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یملی علیہم مباشرۃ فیکتبون ما نزل بحضرتہ ویعرضون علیہ مرۃ بعد اُخریٰ حتیٰ یُقرّہم، وبہذہ الکیفیۃ کتب القرآن من اولہ الیٰ اٰخرہ فی حیاۃ الرسول علی صحائف وقراطیس متفرقۃ [۲۲]

---

[۱۹] الحاکم : المستدرک، ۲ : ۶۱۱

[۲۰] ملا علی القاری : مرقاۃ المفاتیح، ۱ : ۱۹۸

[۲۱] السجستانی، السنن ۱ : ۳۵۱

[۲۲] موسیٰ جار اللہ : تاریخ القرآن والمصاحف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان پر املا فرماتے رہے۔ صحابۂ کرامؓ نازل شدہ آیات آپ کے سامنے لکھتے اور بار بار آپ پر پیش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ ان کو اس کی تصدیق کر دیتے۔ اس کیفیت کے ساتھ قرآن مجید اول سے لے کر آخر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں متفرق صحیفوں اور قرطاسوں میں لکھا گیا۔

مکی دور میں بھی نزول کے ساتھ ہی آیات کی کتابت ہوتی رہی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین صحف کی صورت میں قرآن مجید اپنے پاس رکھتے، اس کا ثبوت وہ مکی سورتیں ہیں، جن میں قرآن مجید پر کتاب یا صحف کا اطلاق کیا گیا ہے۔ یا ایسے الفاظ جن سے اس کا لکھا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً فی صحف مکرمة، مرفوعة مطهرة بایدی سفرة کرام بررة۔ (عبس ۸۰ : ۱۳-۱۶)۔ تلك آیات الکتاب المبین۔ (یوسف ۱۲ : ۱) ۔ کتاب انزلنه الیك (ابراہیم ۱۴ : ۱)۔ تلك آیات الکتاب وقرآن مبین (الحجر ۱۵ : ۱) والطور و کتاب مسطور (الطور ۵۲ : ۱-۲)۔ وقالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهی تملی علیه بکرة واصیلا۔ (الفرقان ۲۵ : ۵)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ہے کہ جب انھوں نے اپنے بہنوئی کو اسلام لانے کی وجہ سے زخمی کیا اور پھر بہن سے قرآن دینے کے لیے کہا تو بہن نے قرآن کا صحیفہ دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا :

لَسْتَ مِنْ اَهْلِهَا هٰذَا كِتَابٌ لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ[۲۳]

تو اس کا اہل نہیں، یہ ایسی کتاب ہے، جس کو وہی لوگ ہاتھ لگا سکتے ہیں جو پاک ہوں۔

موسیٰ جار اللہ نے کہا ہے :

وکان کتابة ما نزل من القرآن ملتزمة منهم حتی زمن الاختفاء فی اوائل

---

[۲۳] البیہقی، دلائل النبوة، ۲ : ۴

اذ کان المسلمون یتدارسون القرآن من الصحائف فی البیوت[۲۴]

جو قرآن نازل ہوجاتا اس کی کتابت کو صحابہ نے اپنے اوپر لازم کرلیا تھا۔ یہاں تک کہ ابتدائے اسلام کے اختفا (پوشیدگی) کے زمانے میں بھی، جبکہ مسلمان اپنے گھروں میں قرآن صحیفوں میں پڑھتے تھے۔

کاتبینِ وحی

کتابتِ وحی کی خدمت زیادہ تر حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ انجام دیتے رہے۔ اگر یہ دونوں حاضر نہ ہوتے تو پھر حضرت ابی بن کعب اور زید بن ثابت[۲۵] ان کے علاوہ حضرت صدیق اکبرؓ، عمر فاروقؓ، زبیر بن العوام، خالد بن سعید بن العاص بن امیہ، ابان بن سعید بن العاص، حنظلہ بن الربیع الاسدی، معیقیب بن ابی فاطمہ، عبداللہ بن الارقم الزہری، شرجیل بن حسنہ اور عبداللہ بن رواحہ سے وحی کی کتابت کا کام لیا جاتا تھا[۲۶] نزولِ وحی کے وقت اگر ان حضرات میں سے کوئی موجود نہ ہوتا تو پھر کاتبینِ وحی میں سے جو بھی حاضر ہوتا اس سے وحی کے لکھنے کی خدمت لی جاتی، جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فکان اذا انزل علیہ الشیئ یدعوا بعض من یکتب عندہ فیقول: ضعوا ھٰذا فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا[۲۷]

پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت نازل ہوتی تو اپنے ہاں لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر اس کو فرماتے کہ اس کو اس سورت میں رکھو جس میں ایسا ایسا ذکر کیا گیا

وہ اشیا جن پر قرآن مجید کی کتابت ہوتی رہی

احادیث میں مندرجہ ذیل اشیا پر قرآن مجید کی کتابت کی تصریح آئی ہے:

۱۔ اکتاف: شانہ کی چوڑی ہڈیاں

۲۴ھ موسیٰ جار اللہ: تاریخ القرآن والمصاحف ۲۵ھ محمد بن عبدوس الجہشیاری: کتاب الوزراء والکتاب

۲۶ھ العسقلانی: فتح الباری: ۱: ۳۹۷ ۲۷ھ الحاکم: المستدرک ۲: ۶۱۱

۲- الواح : تختیاں

۳- عسب : کھجور کی شاخوں کی ڈنٹھلیں۔

۴- لخاف : باریک سفید پتھر کے ٹکڑے۔

۵- رقاع : کھال، پتلی جھلی یا کاغذ کے ٹکڑے۔

(۱) جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت : لا یستوی القاعدون من المومنین والمجاھدون فی سبیل اللہ۔ (النساء، ۴ : ۹۵) نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ادع لی زیداً ولیجیٔ باللوح والدواۃ والکتف [۲۸] (الحدیث)

زید کو میرے پاس بلاؤ (اور اسے کہو) کہ تختی، دوات اور شانہ کی ہڈی اپنے ساتھ لے آئیں۔

(۲) زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر نے قرآن مجید کی جمع کا کام میرے ذمہ ڈالنا چاہا، تو میرا دل بھی اللہ تعالیٰ نے اس بات کے لیے کھول دیا تھا، جس بات کے واسطے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا دل کھولا تھا۔

فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال [۲۹]

اس وقت میں نے قرآن کی تلاش اور جستجو کی اور اسے کھجور کی شاخوں اور سفید پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا۔

نیز زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن من الرقاع [۳۰]

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن کو (کھال کے) مختلف پرچوں سے مرتب کرتے تھے۔

---

۲۸ البخاری : الصحیح الجامع، ۲ ۲۹ ایضاً

۳۰ الحاکم : المستدرک، ۲ : ۶۱۱

بعض روایات میں قطع الادیم (چمڑے کے ٹکڑے) اور اقتاب (اونٹ کی کاٹھیاں) کا بھی ذکر ہے [۳۱]

قرآن کو غیر قرآن کے ساتھ مختلط ہونے سے محفوظ رکھنے کا اہتمام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو قرآنِ مجید کے غیر قرآن کے ساتھ مختلط ہونے سے محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ حکم فرمایا تھا:

من کتب عنی غیر القرآن فلیمحہ [۳۲]

جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کوئی چیز لکھی ہے تو اس کو مٹا دے۔

امام النووی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے:

یہ ممانعت اس وقت تھی جبکہ قرآن کے ساتھ اس کے مختلط ہونے کا خوف تھا، جب یہ اندیشہ باقی نہ رہا تو (غیر قرآن) کی کتابت کی اجازت دی گئی۔ نیز یہ کہ ایک ہی صحیفے میں قرآن کے ساتھ حدیث کی کتابت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تاکہ (قرآن مجید غیر قرآن کے ساتھ) اس طرح نہ ہو جائے کہ قاری پر قرآن مشتبہ ہو جائے۔ [۳۳]

مصحف میں جمع نہ کرنے کی وجہ

اگرچہ قرآن مجید کی تمام آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبوں سے لکھوائی تھیں مگر وہ ایک مصحف میں جمع نہیں تھیں، کیونکہ بعض اوقات کئی سورتوں کا نزول بیک وقت جاری رہتا۔ جب آیات نازل ہو جاتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتب کو حکم فرماتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں فلاں آیات سے پہلے اور فلاں آیات کے بعد رکھا جائے۔ اس لیے جب تک قرآن کا نزول جاری رہا، اس وقت تک قرآن مجید کو مصحف میں جمع کرنا ممکن نہ تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[۳۱] العسقلانی: فتح الباری، ۱۰: ۳۸۸ [۳۲] القشیری: الجامع الصحیح، ۲: ۴۱۵

[۳۳] شرح النووی، ۳: ۴۰۵

وفات کے ساتھ قرآن مجید کا نزول مکمل ہوگیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت کے ابتدا میں ہر ہر مقام کی تمام آیات اپنی اپنی سورت میں جمع کی گئیں اور تمام سورتوں کو صحف میں یک جا کیا گیا اور پھر حضرت عثمان کے عہدِ خلافت میں اسی صحف سے مصاحف لکھے گئے۔ اس کی وضاحت کتب سیرو تواریخ میں موجود ہے۔

عہدِ رسالت اور عہدِ خلفائے راشدین میں کتابتِ قرآن اور اس کے جمع و تدوین کی تفصیلات متقدمین و متاخرین میں سے بہت سے اہلِ علم نے بیان کی ہیں اور اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ اس سلسلے کے مفصل مباحث کے لیے علامہ جلال الدین سیوطی کی الاتقان، موسیٰ جار اللہ کی تاریخ القرآن والمصاحف، بدر الدین زرکشی کی البرہان اور کوثری کی المقالات بھی دیکھنی چاہییں۔ نیز احادیث اور تفاسیر کی کتابوں کی طرف بھی رجوع کرنا چاہیے۔

صدیق اکبر کے عہد میں جمع قرآن کی تائید، عہدِ نبوی میں کتابتِ قرآن سے

حضرت ابو بکر صدیق کے عہد میں قرآن مجید کے جمع کرنے کے واقعہ کے بارے میں جو روایات مروی ہیں، وہ بھی اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ عہدِ نبوی میں پورے قرآن کی کتابت ہو چکی تھی۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے جنگ یمامہ میں سات سو[۴۴] یا اس سے زیادہ قراء کے شہید ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کو صحف میں جمع کرنے کی ضرورت محسوس کی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس کا مشورہ دیا تو ابتدا میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر فاروق اور زید بن ثابت کی بات ماننے پر متامل ہوئے لیکن بعد میں ان پر حقیقت واضح ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزول کے ساتھ ساتھ آیات کاتب سے لکھواتے اور پھر صحابہ نازل شدہ سورتوں کی آیات آپ کے پاس بیٹھ کر اپنی اپنی سورتوں میں جمع کرتے تھے۔ لہٰذا یہ مسئلہ ضروری توجہ کا مستحق ہے۔

۴۴ھ بدر الدین العینی: عمدۃ القاری، ۹: ۳۰۴

حارث المحاسبی فہم السنن میں لکھتے ہیں :

قرآن مجید کی کتابت کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لکھنے کا حکم دیتے تھے لیکن وہ قرآن جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لکھا گیا تھا وہ متفرق پرچوں، اونٹ کے شانے کی ہڈیوں اور کھجور کی شاخوں کے ڈنٹھلوں پر لکھا ہوا تھا اور ابوبکر نے صرف اس کے نقل کرنے اور اکٹھا کر لینے کا حکم دیا۔ ان میں کچھ اوراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پائے گئے، جن میں قرآن موجود تھا۔ پھر ان کو اکٹھا کر کے ایک ڈوری سے باندھ دیا تاکہ ان میں سے کوئی ٹکڑا ضائع نہ ہو جائے[۳۵]

قرآن مجید کی جمع و تدوین میں اس درجہ احتیاط کی گئی کہ اگر چہ بہت سے صحابہ کو قرآن مجید حفظ تھا لیکن حضرت ابوبکر نے حضرت عمر فاروق اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو یہ حکم فرمایا :

اقعدا علی باب المسجد فمن جاء کما بشاہدین علی شیئ من کتاب اللہ فاکتباہ[۳۶]

تم دونوں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ۔ پھر اس کے بعد جو شخص تمہارے پاس کتاب اللہ کا کوئی حصہ مع دو گواہوں کے لائے اسے لکھ لو۔

اس کی تشریح میں سخاوی اپنی کتاب جمال القراء میں فرماتے ہیں :

المراد انہما یشہدان علی ان ذلک المکتوب کتب بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[۳۷]

اس سے مقصد یہ ہے کہ دو گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ یہ نوشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لکھا گیا۔

اور ابوشامہ لکھتے ہیں :

وکان غرضہم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۵۔ الاتقان، ۱ : ۵۷

۳۶۔ العسقلانی : فتح الباری، ۱۰ : ۳۸۰

۳۷۔ السیوطی : الاتقان، ۱ : ۵۸

لامن مجرد الحفظ[38]

اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ وہی کچھ لکھا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تحریر میں آیا محض یادداشت پر اعتماد کر کے نہ لکھا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ سورۂ البرات (التوبہ) کی آخری دو آیات کو باوجود ان کے متواتر ہونے کے اور حضرت ابی بن کعب، حضرت عثمان اور حضرت خزیمہ جیسے اونچے درجے کے صحابہ کی شہادت ہونے کے[39] اس وقت تک اس سورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی جگہ میں نہیں رکھا گیا جب تک کہ حضرت خزیمہؓ نے ان آیات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو لکھا ہوا نوشتہ پیش نہیں کر دیا۔ اس نوشتے پر اگرچہ کوئی دوسرا گواہ نہیں تھا لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو گواہوں کے قائم مقام قرار دیا تھا، اس لیے ان کو سورۂ برأت کے آخر میں رکھا گیا جیسا کہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

وانما اکتفوا فی أیة التوبة بشهادة خزیمة لان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم جعل شهادته بشهادة رجلین[40]

سورۂ التوبہ کی آیت میں حضرت خزیمہؓ کی شہادت پر اس لیے اکتفا کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر ٹھہرایا تھا۔

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں جمع قرآن اور مصحف عثمانی کے لیے اساسی بنیاد عہد نبوی میں قرآن مجید کی کتابت تھی اور اب جو قرآن مجید کروڑوں اور اربوں مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور جس کی روزانہ وسیع پیمانے پر تلاوت کی جاتی ہے، یہ پورے کا پورا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت ہوا اور پھر مصاحف کی صورت میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت

---

[38] السیوطی: الاتقان، ۱: ۵۸ [39] العسقلانی: فتح الباری، ۱۰: ۳۸۹

[40] الآلوسی: روح المعانی، ۱۰: ۲۱

عمر فاروق اور حضرت عثمان کے عہدِ مبارک میں اس کو ان ہی الفاظ و حروف میں لکھ کر مختلف اسلامی ملکوں، علاقوں اور شہروں میں بھیجا گیا ۔ واقعہ یہ ہے کہ ابتدا میں مختلف صحابہ سے تحقیق کر کے اس کو یک جا کرنا بہت مشکل تھا ، اسی لیے جب حضرت زید کو اس خدمت پر مامور کیا گیا تو انھوں نے حضرت ابوبکر اور عمر فاروق سے کہا :

فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت ، کیف تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[۴۱]

واللہ ! مجھ کو ایک پہاڑ اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینے کا حکم دیتے تو یہ بات مجھ پر اتنی گراں نہ ہوتی جس قدر قرآن کے جمع کرنے کا حکم مجھ پر شاق گزرا اور میں نے کہا، تم وہ کام کسی طرح کرتے ہو، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

یہی وہ قرآن مجید ہے، جس پر صحابۂ کرام، تمام آئمہ عظام اور پوری امت کا اجماع ہے اور اس کا ہر ہر لفظ، ہر ہر حرف اور ہر ہر شوشہ اسی طرح محفوظ ہے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں محفوظ تھا، اس کو ترتیب نبوی کہنا چاہیے ۔ اس میں نہ کسی قسم کی کمی ہوئی نہ بیشی اور نہ قیامت تک ہوگی۔ ہمیشہ پوری امتِ مسلمہ اس پر متفق رہی ہے ۔ خود قرآن ہی پیش گوئی کرتا ہے ، لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔

---

[۴۱] السیوطی : الاتقان، ۱ : ۵۸